محمد رفیق اختر

حسن کردار کا نقش تابندہ

تحریک طلبا اسلام نے ۱۹۸۴ء میں، قائد احرار، جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خطاب کی اشاعت کا اہتمام کیا تو اس رسالے کے سر آغاز میں، میں نے بھی "عرض مرتب" کے طور پر کچھ باتیں کہی تھیں میں نے لکھا تھا کہ ------

۱۹۷۹ء میں بندہ گورنمنٹ کالج ملتان میں زیر تعلیم تھا۔ ملک میں اکثر علماء کے غیر ذمہ دارانہ اور فتنہ انگیز طرز عمل کے باعث اس کمیونٹی کے بارے میں میرے دل و دماغ میں کوئی نرم گوشہ نہ تھا۔ بلکہ نفرت کے جذبات تھے۔ عثمان آباد کالونی میں واقع مسجد معاویہ مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ یہاں جمعتہ المبارک کے اجتماعات پر شاہ جی کے بصیرت افروز خطبات سننے کے مواقع میسر آئے اور پھر متعدد بار آپ کی مجلس میں شریک ہوا تو رسمی ملاقاتیں ایک خاص تعلق میں تبدیل ہو گئیں۔ آپ کی سادگی، درویش منشی، علم و اخلاق، تقویٰ، خطابت، جرأت و بے باکی اور حق گوئی نے بے حد متاثر کیا۔ میں نے ان اوصاف اور حسن کردار کی بدولت نہ صرف آپ کو دین کے نام نہاد ٹھیکیداروں سے قطعی مختلف پایا بلکہ دل نے یوں گواہی دی کہ دنیا میں ابھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کی بدولت مغربی مفکرین کے پروپیگنڈے اور عصر حاضر کے فکری اور نظریاتی فیشنوں کے سیلاب کے باوجود اسلام کا آفاقی نظام آئندہ نسلوں تک پہنچ رہا ہے۔

جانشین امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں یہ چند سطور میں نے ۱۹۸۴ء میں تحریر کی تھیں۔ اس وقت راقم کی نیازمندی کو چار سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ آج تیرہ برس کے بعد بھی میرا دل شاہ جی کے بارے میں ایسے ہی جذبات اور احساسات سے معمور ہے۔ بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دل پر ان کی روحانی و علمی عظمت کا نقش مزید گہرا ہوا ہے۔

میرا گھریلو پس منظر مذہبی نہیں تھا اور نہ میرا رجحان مذہب کی جانب تھا۔ پھر جدید تعلیمی اداروں میں ذہنی نشوونما کے باعث سائنسی انداز فکر نے تنقیدی رویے کو عادت بنا دیا تھا۔ شاہ جی کی وسعت مطالعہ اور مدلل (Logical) انداز گفتگو نے ہمیشہ مجھے سوچ و فکر اور جستجو کی نئی راہیں دکھائیں۔ ان کی جانب سے میرے لئے حوصلہ افزائی اور بزرگانہ شفقت کی انتہا یہ تھی کہ ہر شخص سے میرا تعارف اپنا بیٹا کہہ کر کراتے تھے۔ نومبر ۱۹۸۶ء میں انہوں نے "حکومت الٰہیہ" کے موضوع پر اپنا ایک خطاب شائع کیا تو "تقدیم" میں راقم کے بارے میں لکھا کہ:

"عزیز محمد رفیق اختر کو اس کے اخلاق و انداز ربط و تعلق اور حلقہ جماعت میں بالکل نووارد ہوتے ہوئے بھی اپنے خلوص اور محبت اور حسن کارکردگی کے ذریعہ سے دل کے قریب ہونے کے باعث بیٹوں کے برابر

سمجھتا ہوں اور بیٹا سمجھ کر ہی اس کی علمی و فکری اور دینی تربیت سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں

شاہ جی کی اسی شفقت اور محبت کے باعث میں ان کی مجالس میں بعض اوقات "گستاخ" ہو کر ایسے سوالات بھی پوچھ لیتا تھا کہ جن کے پوچھنے کی جرأت شاید کوئی اور نہ کرسکتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ایسی جرأت و جسارت کی اجازت مرحمت کرنے والے شاہ جی کے علاوہ کوئی اور نہ ہوسکتا تھا۔ان کی بصیرت، دور اندیشی اور عظمتِ کردار کی دلیل ان کی یہی ادائیں تھیں۔

مثلاً میرے ذہن میں ایک منظر ابھرتا ہے............ غالباً ۱۹۸۱ء میں مدرسہ خیر المدارس ملتان کا سالانہ جلسہ تھا شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی خطاب کی دعوت دی گئی تھی۔ دوران خطاب بخاری شریف کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت عمر کا ذکر آیا تو شاہ جی نے اس ضمن میں غلام احمد پرویز کے تبصرہ پر تنقید کرتے ہوئے جوش خطابت میں کہا کہ "آجکل کا اُلو کا پٹھا" یورپین مستشرقوں اور دہریوں سے متاثر بلکہ ان کا داشتہ اور چیلا قسم کا شاگرد یہ کہتا ہے"

شاہ جی خطاب سے فارغ ہو کر گھر واپس پہنچے۔ عقیدت مند جمع تھے اور اپنے اپنے انداز میں اس خطاب کی ستائش کر رہے تھے۔ میں خاموش ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ شاہ جی نے میرا تبصرہ جاننے کے لئے نگاہ اٹھائی۔ میں نے نہایت ادب سے کہا کہ آپ نے اپنے خطاب میں تاریخ و سیرت کے کئی گوشوں پر خوبصورت انداز میں گفتگو فرمائی لیکن آپ نے غلام احمد پرویز کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اس لب و لہجہ میں اصلاح اور تبلیغ کرنا کس پیغمبر کی سنت ہے؟ یقین کیجئے اس سوال پر شاہ جی نے مجھے سرزنش کرنے کی بجائے فرمایا--- "بیٹا آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ جوش خطابت میں بعض اوقات ایسے غیر مناسب الفاظ ادا ہوجاتے ہیں۔ اللہ مجھے معاف کرے"

یہ ایک اور منظر ہے........۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کی تحریک عروج پر تھی۔ ملک کی تمام دینی و سیاسی جماعتیں اس پلیٹ فارم سے ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک میں شامل تھیں۔ لیکن شاہ جی انفرادی طور پر حکومت کی مخالفت کے باوجود قومی اتحاد میں شامل نہ ہوئے۔ اس وقت شاہ جی سے میرا ابتدائی تعارف تھا۔ ایک اور ملاقات پر میں نے اس پالیسی کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا کہ------- "میں نے مولانا مفتی محمود کو دینی جماعتوں کا اتحاد تشکیل دینے کی تجویز دی تھی لیکن وہ اس کی بجائے وسیع تر اتحاد کے حامی تھے۔ اب عبدالولی خان اور بزنجو سمیت تمام جماعتیں اس اتحاد کا حصہ ہیں، جن کو نفاذ اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔اس اتحاد میں ہر جماعت کے اپنے سیاسی اغراض ہیں جبکہ میرے نزدیک دین کی قدر مشترک کے بغیر نہ تو کوئی اتحاد کامیاب ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کے ذریعے مطلوبہ مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔لوگ بہت جلد قومی اتحاد کے انجام سے اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگیں گے"۔ اور اس حقیقت کے اعتراف میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگی۔

اور یہ ایک تیسرا منظر ہے .... قومی اتحاد کی تشکیل کے حوالہ سے مولانا مفتی محمود

اور شاہ جی کے اختلافات کی بازگشت دینی حلقوں میں اکثر سنائی دیتی تھی۔ ایک روز عصر کے بعد قاسم العلوم ملتان میں ایک مولوی صاحب دفتر میں شاہ جی سے ملنے آئے اور ہدیہ پیش کرنے کے بعد بڑی عقیدت کے ساتھ ان کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے۔ مختصر تعارف کے بعد گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھا تو مولوی صاحب نے شاہ جی کی مذمت میں مولانا مفتی محمود کی نجی مجلس کی کوئی گفتگو سنانا شروع کر دی۔ تھوڑی خاموشی کے بعد شاہ جی نے بڑے جلال آمیز انداز میں ہدیہ واپس کرتے ہوئے ان مولوی صاحب سے کہا کہ میرا یقین ہے مفتی صاحب جیسا انسان میرے بارے میں ایسے کلمات اداء نہیں کرسکتا۔ آپ تشریف لے جاسکتے ہیں''۔

شاہ جی نے میری درخواست پر ۱۹۸۳ء کے بعد دو، تین سال مختلف وقفوں سے راولپنڈی اور اسلام آباد کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ میں ان دنوں راولپنڈی میں مقیم تھا۔ ابتداء میں چونکہ وہاں کے جماعتی کارکن بھی زیادہ فعال نہیں تھے تو ہم کئی مرتبہ روالپنڈی سے عام ویگن میں بیٹھ کر اسلام آباد گئے اور پھر خطاب کے بعد ویگن پر ہی واپس آگئے۔ شاہ جی کی سادگی اور درویش منشی کا یہ انداز اسلام آباد اور راولپنڈی کے سرکاری اور غیر سرکاری علماء اور خطباء کے لئے بڑی حیرت کا باعث ہوتا تھا۔

دوسری طرف فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی میں کالج اور یونیورسٹی کے دوستوں کو ملاقات کے لئے مدعو کرتا تو شاہ جی ان کی تواضع کے لئے اپنی جیب سے خرچ کرتے۔ طلباء کے ساتھ بے تکلفانہ مل بیٹھتے۔ لطائف وظرائف، شعر وشاعری، تاریخی واقعات اور علمی نکات سے ایک جادو جگائے رکھتے۔ نوجوانوں کی صحیح تربیت اور فکری رہنمائی میں کوتاہی ان کے نزدیک ناقابل معافی جرم تھا۔ اس جرم کے مرتکب علما اور مذہبی جماعتوں کو انہوں نے کبھی معاف نہ کیا۔

❊ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے امتیازات بہت ہیں اور ان کا احاطہ کرنا بہت دشوار ہے۔ چند باتیں جو فوری طور پر میرے ذہن میں آتی ہیں، یہ ہیں کہ.........

❊ وہ تمام عمر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ زبان وبیان کی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے جماعت کو مستحکم فکری بنیاد بھی مہیا کی اور کارکنوں میں جماعتی عصبیت پیدا کرنے کی شعوری کوشش بھی کی۔

❊ انہوں نے حب جاہ اور حب زر سے بے نیاز ہو کر نہایت خاموشی اور نہایت استقلال کے ساتھ تبلیغی و اصلاحی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ یہ سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم تمام عمر ان کی دلچسپی اور گفتگو کا اہم موضوع رہا۔

❊ اردو، عربی، اور فارسی پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی اور برمحل الفاظ کے استعمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

❊ ذرائع ابلاغ کی ترقی کے اس عہد میں جب بڑے بڑے عابد و زاہد خود نمائی کی دوڑ میں شامل ہیں۔

شاہ جی نے اپنے ہم سفروں کے برعکس ہمیشہ خود کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے دور رکھنے کی کوشش کی اور اس کی بنیادی وجہ اخبارات کے مالکان اور صحافیوں کی ترجیحات، ان کے طرز فکر اور طرز عمل سے ان کی بیزاری تھی۔

* وہ اس یقین کے ساتھ علمی سطح پر ردِ رفض میں ہمیشہ پیش پیش رہے کہ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدف تنقید بنانے کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ تربیت و تزکیہ کو مشکوک بنانا ہے۔

* وہ بنوامیہ کی انتظامی صلاحیتوں کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسلامی سیاست کا آئیڈیل قرار دیتے تھے۔

* راقم نے ایک مرتبہ راولپنڈی میں مولانا محمد انظر شاہ کشمیری (فرزند حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ) کا طویل انٹرویو کیا تو انہوں نے قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے حوالے سے شاہ جی کے بارے میں کہا کہ "آپ اس وقت پاک و ہند میں علم اسماء الرجال کے امام ہیں"۔

* شاہ جی نے اپنے عقیدت مندوں اور کارکنان جماعت میں تحریک احیاأسماء الصحابہ کا آغاز کیا اور لاکھوں بچوں کے نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھے۔ جس کے نتیجے میں بچوں کے عربی نام رکھنے کا رواج عام ہوا۔

* علامہ محمد احمد عباسی کی کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" شائع ہوئی تو تمام مذہبی حلقوں نے اس کی اشاعت پر شدید تنقید کی۔ لیکن شاہ جی نے جہاں مؤلف کے انداز تحریر سے بھرپور اختلاف کیا وہاں پوری جرأت کے ساتھ تاریخی واقعات کے حوالے سے اس کاوش کو سراہا۔ علامہ عباسی کہا کرتے تھے کہ "ان کا اختلاف مجھے گوارا ہے۔ مجھے پنجاب سے صرف سید ابوذر بخاری کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے"۔

* ماحول کی رعایت سے گفتگو ان کی افتاد طبع کے ہی خلاف تھی۔ اجنبی ماحول میں ان کی جرأت اظہار میں اور نکھار پیدا ہو جاتا تھا۔

* جدید تعلیم یافتہ طبقے کی فکری آبیاری کو بہت اہمیت دیتے تھے اور ان سے بڑی امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔

* دینی جماعتوں اور ان کی قیادت سے مایوس تھے اور ان کو نوجوانوں میں بڑھتی ہوئی فکری اور عملی بے راہ روی کا ذمہ دار قرار دیتے تھے۔

* انگریزی زبان پر دسترس نہ ہونے کے باعث بعض اوقات حسرت کا اظہار کرتے تھے۔

* ملک میں دینی جماعتوں کے اتحاد پر اصرار کی وجہ سے اپنے عہد کی مقبول مذہبی قیادت سے ان کا ہمیشہ اختلاف رہا مگر قومی سطح پر انہی قیادتوں کے ہر اچھے اقدام کو سراہنے میں شاہ جی نے ہمیشہ وسعت ظرف کا مظاہرہ کیا۔

* وہ دنیا کی ایسی انقلابی تحریکوں سے متاثر تھے جن میں معروضی تقاضوں کے پیش نظر نظام جماعت کو

معطل کر کے ایک ڈکٹیٹر کو فیصلوں کا اختیار دیا جاتا تھا۔ برصغیر میں مجلس احرار اسلام کی مختلف تحریکات میں بھی اس سوچ کو عملی جامہ پہنایا گیا۔

* اپنے ہم عصر علما میں علامہ شمس الحق افغانی سے وہ بہت متاثر تھے اور ان کے علم و فضل کا برملا اعتراف کرتے تھے۔

* ترقی پسند شعراء سے فکری و نظریاتی اختلافات کے باوجود انہوں نے فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی اور احمد فراز کی بعض شعری و ادبی کاوشوں کی ہمیشہ داد دی۔ لیکن اپنی نظموں اور غزلوں میں ان سے اپنے فکری اور نظریاتی اختلاف کا بھرپور اظہار بھی کیا۔

* پاکستان میں دینی جماعتوں کی سیاسی روش کو وہ مذہبی قیادت کے لئے خود کشی قرار دیتے تھے۔ آج نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

* مختلف شہروں میں تبلیغی دوروں کے موقع پر آپ اہل ثروت عقیدت مندوں کی بجائے غریب کارکنوں کی دلجوئی کے لئے ان کے ہاں قیام وطعام کو ترجیح دیتے تھے۔

یوں تو شاہ جی کو ہم سے جدا ہوئے دو برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ نہ صرف ان کے اخلاق حسنہ، اوصاف حمیدہ اور کمالات علمیہ کا ذکر علمی و ادبی حلقوں میں بہت دیر تک باقی رہے گا۔ بلکہ وہ اپنے عظیم فکری سرمائے اور اعلیٰ پائے کی شاعری کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیں گے

❖

بشارۃ رسول علیہ السلام

برائے:

خلافت سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: "نَظَرَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: "يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ وُلِّيْتَ أَمْرًا؟ فَاتَّقِ اللهَ وَاعْدِلْ" اھ!

"تطہیر الجنان" ص ۱۵، طبع مصر ۱۳۶۵ھ — ۱۹۵۶ء

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق خود براہ راست حدیث نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ: "ایک موقع پر سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ: "اے معاویہ! اگر تم مسلمانوں کے والی و حاکم اور خلیفہ بن جاؤ؟ تو پھر اللہ کا لحاظ رکھنا اور انصاف کرتے رہنا"!

❖